



ذکر ولادت خیر الانام ﷺ
کے وقت کھڑے ہونا مستحب ہے

تحریر : علامہ شیخ محمود عطار دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ
ترجمہ : علامہ ممتاز احمد سدید کی ازہری

رضا کیڈمی لاہور

ذکر ولادت خیر الانام ﷺ

کے وقت

کھڑے ہونا مستحب ہے

تحریر: علامہ شیخ محمود عطار دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ: علامہ ممتاز احمد سیدی ازہری

رضا اکیڈمی لاہور

صفحہ نمبر	تفصیلات
۵	حالات مصنف -----
۹	ذکر ولادت خیر الامام کے وقت کھڑے ہونا مستحب ہے -----
۱۰	مدینہ منورہ سے آنے والے سوال کا مضمون -----
۱۱	سوال کا جواب -----
۱۱	معززین اور اہل علم کے لئے احترام کھڑے ہونے کا استحباب -----
۱۲	قیام کے استحباب کی نفی کرنے والی بعض احادیث کا مطلب -----
۱۲	حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے ذکر پر قیام کرنا آپ کی امت کے کسی فرد کے لئے قیام سے زیادہ اولیٰ اور حق کے زیادہ قریب -----
۱۳	حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے کلام کا جواب -----
۱۳	ہر بدعت قابل مذمت نہیں بلکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں -----
۱۳	ذکر ولادت مصطفیٰ ﷺ کے وقت قیام میں تعلیم ہے -----
۱۳	حضور ﷺ کی شان میں کمی کرنے والے کا حکم -----
۱۵	احکام کی تدوین میں عرف کی اہمیت -----
۱۵	مسلمان کا ولادت مصطفیٰ ﷺ کے تذکرہ کے وقت بغرض تعلیم کھڑے ہونا -----
۱۵	رسول اللہ ﷺ کی ولادت، مخلوقات پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا عظیم احسان ہے -----
۱۵	رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی خوشی میں ابولہب کا اپنی لونڈی کو آزاد کرنا اور اس سبب سے اس کے عذاب میں تخفیف -----
۱۵	مخالف کے دعویٰ کا جواب کہ قیام کا تکرار مجوسیوں کے عمل سے مشابہت رکھتا ہے -----
۱۵	حضور ﷺ کا ذکر سن کر ہر مرتبہ آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے -----

سلسلہ اشاعت نمبر ۱۷۷ ۷۲

نام کتاب ----- ذکر ولادت خیر الامام ﷺ

کے وقت کھڑے ہونا مستحب ہے

تخریج ----- علامہ شیخ محمود عطار دمشقی رحمہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ ----- علامہ ممتاز احمد سدیدی ازہری

کمپوزنگ ----- الحجاز کمپوزرز، اسلام پورہ، فون: 7225944

صفحات ----- ۶۳

ناشر ----- رضا اکیڈمی، لاہور۔

بدیع ----- دعائے خیر بحق معاونین رضا اکیڈمی رجسٹرڈ، لاہور

عطیات بھیجنے کے لیے

رضا اکیڈمی اکاؤنٹ نمبر ۹۳۸/۳۸، حبیب بینک وین پورہ برانچ، لاہور

بذریعہ ڈاک طلب کرنے والے حضرات 15 روپے کے ٹکٹ ارسال کریں

مسلحہ کا پتہ:

رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ)

مسجد رضا محبوب روڈ، چاہ میراں، لاہور، پاکستان کوڈ نمبر ۵۴۹۰۰

فون نمبر 7650440

حالات مصنف

اشیخ محمود بن محمد رشید عطار دمشقی حنفی دین کے امام، عالم اور اپنے علم پر نسل ہیں، عبادت گزار، زاہد، حنفی فقہ اور اصول کے ماہر تھے۔ (1)

۱۲۸۴ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے، اپنے والد گرامی سے قرآن پاک حفظ کیا، پھر اپنے
عہد کے بڑے بڑے اصحاب علم کے سامنے زانوئے تلمذ کیا، سب سے پہلے شیخ محمد حطائی
ناہلسی کے شاگرد ہوئے، پھر شیخ سلیم عطار، شیخ بکری عطار، اور شیخ محمد عطار سے حدیث، تفسیر
اور علوم آلہ (صرف نحو، منطق، بلاغت وغیرہ) کا درس لیا، اسی طرح شیخ محمد خانی سے بھی
اکتساب علم کیا۔

فاضل مصنف نے فقہ، اصول فقہ، توحید، تفسیر اور حدیث کا درس شیخ عبدالحکیم افغانی سے بھی لیا، پہلی مرتبہ جب اپنے اس استاذ گرامی کی خدمت میں حاضر ہوئے تو استاذ گرامی نے نو عمر طالب علم (جس کی ابھی میس بھی نہیں بھیگی تھیں) کو پڑھانے سے معذرت کر لی، لیکن جب علم کے حریص طالب علم نے شدت سے التماس کی تو استاذ صاحب نے فرمایا: تمہیں اس شرط پر پڑھاؤں گا کہ ایک ہاریش طالب علم ہمیشہ تمہارے ساتھ درس حاصل کرے گا، ہر اپادوب شاگرد نے اپنے استاذ کا حکم سر آنکھوں پر رکھا اور پڑھنا شروع کر دیا، استاذ صاحب اپنے اس کمسن شاگرد کو اپنی نظر سے دور نہٹاتے اور تقریباً ایک سال کے بعد اس سے پوچھا: کیا تمہاری داڑھی اتر آئی ہے؟ مثبت جواب پا کر اپنے سعادت مند شاگرد کو اپنے قریب بیٹھنے کی اجازت مرحمت فرمائی، اس سر اپاشوق طالب علم نے تیس سال اپنے استاذ گرامی سے علمی استفادہ کیا، اور بالآخر ان کے خصوصی شاگردوں میں شمار ہوئے۔

الشیخ محمود عطار نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ تقریباً چالیس سال تک دارالحدیث الشریفہ
 میں علم حدیث کے استاذ الشیخ بدرالدین حسنی کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور ان سے حدیث
 اصول حدیث، بلاغت، نحو اور منطق کا درس لیا، یوں اپنے استاذ گرامی الشیخ بدرالدین حسنی کے
 اجل اور فاضل ترین شاگردوں میں شمار ہوئے، واللہ تعالیٰ ان دونوں پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

(۱) دھنل مصنف کے حالات کچھ کی پیش کے ساتھ "تاریخ علماء دمشق فی القرن الرابع عشر ہجری" ج ۱ ص ۵۹۸-۵۹۶ سے لیے گئے ہیں۔

حکم اپنے سبب کے تکرار سے مکرر ہو جاتا ہے۔۔۔۔۔

حضرت علیؓ کی دنیاوی اور برزخی زندگی میں آپ کے سامنے آواز پست رکھنے کا حکم

حضورِ نبویؐ کو ایسے نام سے پکارنے کا حکم جو آپ کی عظمت کا احساس دلائے۔

رسول اللہ ﷺ نے شکرانے کے طور پر یوم عاشورہ کا روزہ رکھا۔۔۔۔۔
 قرہانی کے دنوں میں قرہانی کا عمل حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نجات کا
 شکرانہ ہے۔

قیام، تعلیم کی لک اقسام میں سے ہے جس کا ہمیں عموماً حکم دیا گیا ہے۔

قیام پر حکم کا اخلاق دلالۃً انحصار سے ہے نہ کہ قیاس سے۔
دلالۃً انحصار کا مفہوم

حضورِ نبویؐ کی تعلیم کا حکم

یہاں مذکور ہے کہ میں نے ایک گیزی ہے۔

موجودین کے کلام کو اسناد و حجازی پر محمول کرنا۔

ام آدمی کے ایسے کام کو جو غلطی کے طور پر افعال کا اسناد غیر اللہ کی طرف

صنف اور قیام سے منع کرنے والے بعض لوگوں کے درمیان مباحثہ۔۔۔

مسلمانوں کا قیام کو اچھا جاننا

۱۰۰۰ ۹۰۰ ۸۰۰ ۷۰۰ ۶۰۰ ۵۰۰ ۴۰۰ ۳۰۰ ۲۰۰ ۱۰۰ ۰ ۱۰۰ ۲۰۰ ۳۰۰ ۴۰۰ ۵۰۰ ۶۰۰ ۷۰۰ ۸۰۰ ۹۰۰ ۱۰۰۰

انہوں نے مصر کے بعض بڑے بڑے ذی علم لوگوں کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ ان کے سامنے (رسم شاگردی کے مطابق کچھ) پڑھا اور ان سے سندیں حاصل کیں، ان اساتذہ کے نام درج ذیل ہیں:

(۱) الشیخ عبدالرحمن بحر اوی

(۲) الشیخ سلیم بشری (شیخ الازھر)

(۳) الشیخ احمد ابوخطوہ

(۴) الشیخ احمد نخیت مطعی (مفتی مصر)

(۵) الشیخ محمد اشمونی

انہیں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، اور ہندوستان کے علماء نے بھی اسناد عطا فرمائیں۔

ان کا وسیع علم، بخت جانفشانی، اور علوم پھیلانے میں ناپسندیدہ چیزوں کو برداشت کرنا مشہور و معروف ہے۔

اپنے محدث استاذ الشیخ بدرالدین کے کمرے سے متصل ایک کمرے میں عرصہ دراز تک قیام کیا، اور ان کے دارالحدیث میں درس حدیث دیا۔

پھر اردن کے کرک نامی علاقے کے مکتبہ طلیپہ میں مفتی مقرر ہوئے، پھر جدہ کے مدرسۃ الفلاح میں اکی تقرری ہوئی، پھر ہندوستان کے شہر بمبئی میں اپنے ساتھی الشیخ امین سولہ کے ساتھ بحیثیت مدرس مقرر ہوئے، پھر دمشق میں ثانویہ شریعیہ (پاکستان کے نیشنل کالج اور ایف اے کے مساوی کورس) کے مدرس مقرر ہوئے۔

جامع مسجد اموی میں بھی بحیثیت مدرس تعیناتی ہوئی، جہاں ہر روز نماز ظہر کے بعد تشریف فرما ہوتے اور مسائل پوچھنے والوں کو شرعی احکام بتاتے۔

ایک مرتبہ ان کے حلقہ درس میں ترکی حکومت کا ایک نمائندہ حاضر ہوا تو ان کے علم و فضل سے متاثر ہو کر سلطان کو آپ کی علمی وجاہت سے آگاہ کیا، سلطان نے حضرت کو تعریفی ٹیلیگراف ارسال کیا۔

ان کا ایک حلقہ درس کفر سوسیہ (کاف پرزیر) (۱) نامی جگہ بھی ہوا کرتا تھا، جہاں (۱) یہ ان دنوں کی بات ہے جب کفر سوسیہ دمشق سے سات کلومیٹر دور ایک الگ علاقہ تھا، جبکہ آج کل یہ علاقہ دمشق کا حصہ بن چکا ہے۔

دمشق اور اس کے دیہاتوں سے طلبہ پیدل سفر کر کے اکتساب علم کے لئے حاضر ہوتے تھے۔ آپ نے دمشق کے جنوب میں واقع القدم (کاف پرزیر) نامی علاقے میں کافی عرصہ قیام فرمایا جہاں سے آپ نے شادی کی اور وہاں اپنی بچیوں کے بیاہ بھی کیے، جن سے آپ کے نو اسے اور نو اسیاں بھی ہوئے۔

آپ نے القدم کے علاقے میں ایک حلقہ درس قائم کیا جسے مجلس انہیس کا نام دیا گیا جہاں آپ نے کثیر شاگردوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سرانجام دیا، یہ سبھی مجلس تقریباً نو بجے شروع ہوتی جس میں عمائدین شہر اور علماء کرام بصد شوق حاضر ہوتے، اس علمی مجلس کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوتا، پھر بخاری شریف اور مسلم شریف کا درس ہوتا، جس میں حدیث کی سند اور شرح بیان فرماتے، خصوصی طور پر امام قسطلانی اور امام نووی کی شرح پر گفتگو ہوتی، اور مجلس کا اختتام سورۃ النہم کی اجتماعی تلاوت کے ساتھ ہوتا (۱)۔

مصنف علامہ پوری زندگی تدریس سے وابستہ رہے، حتیٰ کہ بیماری میں بھی پڑھا، ترک نہیں کیا، درس و تدریس کا عمل اپنی وفات سے فقط ایک ہفتہ پہلے چھوڑا۔ بہت سے شاگردوں نے آپ سے اکتساب علم کیا اور دمشق کے معزز و مشہور علماء بنے، چند علامہ کے اسامہ درج ذیل ہیں:

(۱) الشیخ ابوالخیر میدانی

(۲) الشیخ ابراہیم غلابی

(۳) الشیخ عبدالوہاب دبس وزیت

(۴) الشیخ محمد سعید البرہانی

(۵) الشیخ تاج الدین حسنی (جو بچپن سے آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوئے، طویل عرصہ

اکتساب فیض کیا۔ لاء کالج، دمشق میں لیکچرار مقرر ہوئے)

(۶) الشیخ المحمد ث العلامۃ عبدالفتاح ابو غندہ (جنہیں آپ نے اپنی سند عطا فرمائی)

(۱) پاکستان میں سورت النہم کی باؤز بلند اجتماعی تلاوت متعارف نہیں لیکن عربوں میں یہ طریقہ معروف ہے، علامہ الخروف کو مصر میں بغرض تعلیم چار سالہ قیام کے دوران سورت النہم شریف کی اجتماعی تلاوت کے حکم سے مسجد السید، السید، مسجد سیدہ فہم، مسجد سیدہ فہم میں ہمارا نصیب ہوئے، یہاں ان افراد نگار سے آج بھی روح کو اپنی روشنی سے آشنا کرتے ہیں۔ ۱۳۱۳ھ تا ۱۳۱۴ھ

القدم نامی علاقہ کے درج ذیل افراد آپ کے خاص شاگردوں میں سے ہیں:

(۱) عبد القادر برکہ

(۲) عبد الجواد ظہیر

(۳) حسن زکریا

(۴) محمد علی حامد

ان کی تالیفات سامنے نہیں آئیں، صرف ایک کتاب علم میں آئی ہے جس میں اپنے استاذ الشیخ المحدث بدرالدین حسنی (۱) کے حالات درج ہیں، اس کے علاوہ یہ کتاب ہے جو قارئین کے ہاتھوں میں ہے، الشیخ محمود عطار نے الشیخ عبد الحکیم انفانی کی کتاب ”کشاف الحقائق شرح کنز الدقائق“ کی طباعت اپنی نگرانی میں اپنے استاذ گرامی کی زندگی میں کروادی تھی، الشیخ محمود عطار اس کتاب کے بارے میں گہری معلومات رکھتے تھے، علاوہ ازیں قدیم مخطوطات کے بارے میں بھی تجربہ رکھتے تھے۔

الشیخ محمود عطار ۲۰ شوال ۱۳۶۳ھ کو ستاسی سال کی عمر میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، انہوں نے اپنی پوری زندگی تعلیم و تدریس میں گزاری، اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انہیں اپنی رضا عطا فرمائے۔

آپ کو ”الباب الصغیر“ کے قبرستان میں کثیر تعداد کی موجودگی میں دفن کیا گیا، اور آپ کے مرثیے بڑے بلیغ انداز میں کہے گئے، ان سب میں سے خوبصورت بات الاستاذ احمد مظہر نے کہی، اسی طرح الشیخ محمد بہجت بیطار نے کہی، انہوں نے اپنی گفتگو میں کہا: اے شیخ محمود اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، دمشق کے علماء آپ کے شاگرد ہیں یا آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

ذکر ولادت خیر الائمہ
کے وقت کھڑے ہونا مستحب ہے

(۱) یہ مخطوطہ سالہ دمشق کی لائبریری ”المکتبة الظلمانية“ میں محفوظ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين ، والصلوة والسلام على أشرف خلقه

أجمعين وبعد:

راقم الحروف مدینہ منورہ سے موصول ہونے والے استفتاء پر مطلع ہوا جسے سید احمد علی ہندی رامپوری نے اپنے دستخط کے ساتھ ارسال کیا، ان کے سوال کی عبارت درج ذیل ہے:

مسلمانوں کے علماء (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے دین کی تائید فرمائے) اور انہیں ملحدین کی طرف سے اٹھائے گئے شبہات کے ازالے کی توفیق عطا فرمائے) کا ایسے شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ جس سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارکہ کے ذکر کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے درج ذیل جواب دیا:

”یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی، اس کی تعظیم کو قیام ہے، تو یہ بھی محض حماقت ہے، کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ ہوتا چاہیے، اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے؟ پس ہر روز اعادہ ولادت کا تو مشن ہنود کے، سانگ کھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں، یا مثل روافض کے نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں، معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا، اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل اوسم و حرام و فسق ہے، بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے، وہ تاریخ مقرر کرتے ہیں، ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی بناتے ہیں اور اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے، بلکہ یہ شرع میں حرام ہے۔“

کیا یہ جواب درست ہے؟ ہمیں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں:

”یہ جواب کئی وجہ سے غلط ہے، معززین کے لئے تعظیماً کھڑے ہونے کا حکم بیان کرنے کے لیے ہمیں تفصیل سے بات کرنا ہوگی، اور اس سے حضور ﷺ کی ولادت کا تذکرہ سن کر کھڑے ہونے کا مستحب ہونا بہتر طریقے سے معلوم ہو جائے گا، کیونکہ اگر ولادت

خیر فاما رحمۃ اللہ علیہ کے وقت کھڑے ہونے کا باعث اشرف المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر اور آپ کی محبت ہے۔

ہم کہتے ہیں: علماء کے علم کی تعظیم اور احترام کے لئے کھڑے ہونا مسنون ہے، ہمارے اس دعوے کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ یوں روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے سردار کے لئے (احتراماً) اٹھو! اس جگہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اشارہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تھا جو صحابہ کرام کی طرف آ رہے تھے اور معزز ہونے کے باعث قابل تعظیم بھی ٹھہرے۔

امام نووی فرماتے ہیں: کسی آنے والے صاحب فضیلت آدمی کے لئے اٹھنا مستحب ہے، اور یہ بات احادیث سے ثابت ہے اور اس سے روکنے والی کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے۔^۲

الجامع الصغیر کے شارحین کہتے ہیں: حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء کیلئے احتراماً اٹھنا سنت ہے خود پسندی اور ریاکاری کے لئے نہیں، جبکہ امراء کے لئے لوگوں کا اٹھنا خوشامد کی نیت سے ہوتا ہے، حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ جیسے حضرت عکرمہ اور حضرت عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے اٹھے، اور جب حسان بن ثابت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے احتراماً اٹھے تو انہیں منع نہیں فرمایا، حضرت سعد کے لئے اٹھنے کا حکم زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ تعظیم کے لئے تھا، انہیں بیماری کی وجہ سے سواری سے اتارنے کے لئے نہیں تھا، اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو بعض کو حکم دیا جاتا، سب کو نہیں۔

امام احمد وغیرہ نے حضرت معاویہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جسے یہ پسند ہو کہ لوگ اس کے لئے کھڑے رہیں وہ اپنا لھکانہ جہنم میں تیار کرے“^۳ سعید حدیث (ذی علم و عمل لوگوں کے لئے) قیام کے مستحب ہونے کے منافی نہیں کیونکہ امام طبری

ابو داؤد بحالی امام

عجل بن محمد عزیزی، شیخ

عجل بن محمد

سنن ابو داؤد

(ب) مسند امام احمد بن حنبل

سنن ابی داؤد باب القیام ۲۵۲۲

المسراج المبرور (المجلد ۱۱۱۱) ۶۲۳

عاشیہ بر سر اج مبرور ۶۲۳

باب الرجل یقوم للرجل ۲۵۲۲

(من معاویہ بن ابی سفیان) ۹۷۴

اور دیگر شارحین حدیث نے کہا ہے کہ: اس حدیث میں نبی ایسے شخص کے لئے ہے جو تکبر کی رو سے اپنے لئے لوگوں کا کھڑے ہونا پسند کرے، ایسے شخص کے بارے میں نہیں ہے جس کے لئے لوگ احتراماً کھڑے ہوتے ہوں، امام نووی نے بھی اسی موقف کو ترجیح دی ہے، وہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا زیادہ صحیح اور بہتر بلکہ ایسا معنی کہ جس کے غیر کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں یہ ہے کہ شرعی احکام کے پابند مسلمان کو اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اپنے لئے لوگوں کے اٹھنے کی خواہش نہ کرے، اسی خواہش سے (مذکورہ بالا حدیث میں) روکا گیا ہے، ہاں اگر اس کے دل میں یہ خواہش نہ جاگی اور لوگ اس کے لئے احتراماً اٹھیں تو ایسے شخص پر کوئی حرج نہیں۔^۱

صحابہ کرام سے جو یہ نقل کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو صحابہ کرام کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام کا اٹھنا پسند نہ تھا، یہ بات تعلیمات اٹھنے کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی انکساری تھی اور آپ تو مناسر المراجوں کے بھی سردار ہیں، نیز اپنی امت پر شفقت بھی تھی، اللہ تعالیٰ آپ کی رفعتوں میں اضافہ فرمائے، آپ تو اپنے گستاخوں کو بھی معاف فرما دیتے تھے جیسا کہ سیرت کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، آپ کو (اپنی تعظیم کے لئے) صحابہ کرام کا کھڑے ہونا اس لئے ناپسند نہیں تھا کہ یہ طرز تعظیم ممنوع ہے ورنہ آپ صحابہ کرام کو (حضرت سعد کے لئے احتراماً) کھڑے ہونے کا حکم نہ دیتے، اور خود بھی (حضرت عکرمہ وغیرہ) کے لئے نہ اٹھتے۔

اسی طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے: ”عمیوں کی طرح ایک دوسرے کے لئے تعلیمات نہ اٹھو“ اس حدیث میں ایسے اٹھنے اور کھڑے ہونے کی ممانعت ہے جس کے پیچھے تکبر کا جذبہ کارفرما ہو، کیونکہ آقا کریم نے فرمایا: جیسے عجمی کھڑے ہوتے ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ معززین کے لئے تعلیمات کھڑے ہونا مطلوب ہے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لئے قیام میں کیا قیامت ہے؟ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی امتی کے لئے احتراماً کھڑے ہونے سے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرز تعظیم کے زیادہ مستحق ہیں بلکہ کے چاروں مذاہب کے متعدد فقہاء، محدثین اور سیرت نگاروں نے حضور

المسراج المبرور شرح الجامع الصغیر (حدیث مذکور کی شرح میں) ۲۴۲، ۲۴۲، ۲۴۲

کتاب الادب باب الرجل یقوم للرجل ۲۵۲۲

سنن ابی داؤد

نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کے لئے (ذکر ولادت سن کر) کھڑے ہونے کو مستحب قرار دیا ہے۔

قابل اعتماد امر جس کے ماسوا کی طرف توجہ نہیں دینی چاہئے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے قیام تعظیماً عوام مسلمانوں کے لئے مستحب ہی نہیں بلکہ نہایت اہم ہے، ابن حجر عسقلانی کے فتویٰ سے مغالطہ نہیں کھانا چاہئے، انہوں نے اپنے فتویٰ میں کہا ہے: کہ جب لوگ (ذکر ولادت کے وقت) تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں عوام تو بے خبر ہونے کی بنا پر معذور ہیں جبکہ خواص معذور نہیں ہیں۔

ابن حجر عسقلانی کی یہ بات ان کی اغزش ہے، بلکہ خواص تو نبی ﷺ کی تعظیم کے زیادہ حق دار ہیں، مشہور عالم دین تقی الدین سبکی اور ان کے علاوہ بے شمار لوگوں نے ایسا کیا، اور آج تک مسلمان ذکر ولادت خیر البشر کے وقت اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک ایسا ہوتا رہے گا، اور اس عمل کا انکار کرنے اور اسے حرام قرار دینے کی جسارت صرف غالی بدعتی اور انتہا پسندی کرے گا۔

اگر اس کا یہ خیال ہو کہ یہ عمل قابل مذمت بدعت ہے تو ہم کہتے ہیں: ہاں یہ عمل بدعت ہے لیکن قابل تعریف بدعت ہے اور ہر بدعت قابل مذمت نہیں ہوتی، بلکہ بدعت پر پانچ حکم لگتے ہیں جیسا کہ سب کو معلوم ہے، کتنی ہی بدعتیں فرض ہیں یا واجب، جیسے دینی علوم کی تدوین اور ایسے گمراہ فرقوں کے شبہات کا رد کرنا جن میں سے قیام تعظیماً کا یہ منکر بھی ہے۔

ہم جو ایک دوسرے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو اس بارے میں حضور ﷺ کیلئے قیام تعظیماً کا منکر کیا کہتا ہے؟ ہم پوچھتے ہیں کہ ذکر ولادت رسول کے وقت کھڑے ہونے میں تعظیماً ہے یا نہیں؟ اگر وہ تعظیماً رسول کا انکار کرتا ہے تو وہ حق کا منکر ہے اور محسوسات و مشاہدات کی دیدہ و دانستہ مخالفت کرنے والا ہے اور اس لائق نہیں کہ اسے مخاطب کیا جائے، اور اگر وہ تسلیم کر لے کہ ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہونے میں تعظیماً ہے لیکن حضور ﷺ کی تعظیم کو حماقت شمار کرے تو یہ بات شان رسالت میں گستاخی اور اہانت ہوگی اور جو شخص حضور ﷺ کی گستاخی کرے اس کے کافر و مرتد ہونے اور اس کے قتل کے جائز ہونے کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ تمام فقہاء نے ارتداد

کے باب میں لکھا ہے کہ علم یا علماء کا مذاق اڑانا یا ان کی توہین کرنا باعث کفر اور ارتداد ہے جب حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے کسی عالم کی توہین کفر و ارتداد کی موجب ہے تو افضل اختلافات حضور نبی اکرم ﷺ کی توہین کا کیا حال ہوگا؟

ملا خسرو نے شرح الدرر میں فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: جس نے حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کی یا آپ کو گالی دی اگرچہ نشہ کی حالت میں ہو اسے بطور حد قتل کیا جائے گا اور یہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام ثوری، اہل کوفہ اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا مشہور مذہب ہے۔

خطابی نے کہا ہے: میرے علم میں نہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی نے (گستاخ رسول کا) قتل واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو۔

ابن سحون مالکی کہتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ شاتم رسول کافر ہے اور اس کا فیصلہ قتل ہے۔

در مختار میں ہے: استہزاء اور تحقیف شان کو گالی کے حکم میں شامل کرنا ضروری ہے۔
امام شعرانی نے اپنی کتاب "مکشف الغمۃ عن هذه الأمة" کے ضمن میں کتاب الردۃ (ارتداد) کے تحت لکھا ہے: حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی کی دیدہ نبی کریم ﷺ کو گالی دیتی تھی اور گستاخی کرتی تھی، وہ اسے منع کرتے لیکن وہ باز نہ آتی، اسے دانستہ تو وہ کوئی اثر قبول نہ کرتی، ایک رات یہ دریدہ وہن عورت حسب معمول گستاخی کر رہی تھی کہ نابینا صحابی نے کدال لیا اور اس نابینا عورت کے پیٹ پر رکھا، اس پر اپنا بوجھ ڈالا اور اس عورت کا خاتمہ کر دیا، جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا گیا، حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: میں اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے رات کے وقت جو کچھ کیا سو کیا، وہ کھڑا ہو جائے، نابینا صحابی اٹھے اور لوگوں کو پھٹا لگتے ہوئے حضور ﷺ کے سامنے آ بیٹھے اور عرض کیا: میں ہی اس عورت کا مالک ہوں، جو آپ کے حوالے سے زبان درازی کرتی تھی اور گستاخانہ کلمات ادا کرتی، میں اسے منع کرتا لیکن وہ باز نہ آتی تھی، اس سے میرے دو

موتوں جیسے بیٹے ہیں، وہ مجھ پر بہت مہربان تھی، (لیکن اس کے باوجود) کل رات جب اس نے آپ کی شانِ اقدس میں گستاخی کی تو میں نے کدال لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ دیا، اور پھر اس پر اتنا بوجھ ڈالا کہ وہ مر گئی، تب سرکارِ دو عالم ﷺ لب کشا ہوئے اور آپ نے فرمایا: اے لوگو گواہ رہنا اس عورت کا خون ضائع کیا۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ لوگوں میں کسی بلند مرتبہ شخص کے لئے تعظیماً کھڑے نہ ہونے سے اس شخص کی توہین محسوس ہوتی ہے، اور یوں لگتا ہے کہ اس کی پرواہ نہیں کی گئی، اسی لئے یہ طرزِ عمل کینہ اور بغض پیدا کرتا ہے جیسے کہ ہمارا رواج ہے اور اسلامی معاشرے کا رواج شریعتِ اسلامیہ کے لئے ایسے امور میں سے ہے جس پر شریعت کے احکام کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی اپنے رسالہ ”آداب العفتی“ میں فرماتے ہیں: شریعت میں عرف (رواج) کا بھی اعتبار ہے، اس لئے بعض اوقات اس پر حکم کا دار و مدار ہوتا ہے۔

کتنے ہی مسئلے ایسے ہیں جن میں نصِ شرعی موجود نہیں، لیکن وہ لوگوں میں معروف ہیں، فقہاء کرام نے ان کی بنا پر فتویٰ دیا ہے اور یکے بعد دیگرے انہیں اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، پس قیامِ تعظیماً سے منع کرنے والا کس طرح کہتا ہے؟ کہ قیام کرنے والا بلاشبہ مستحقِ ملامت ہے اور یہ کہ قیام حرام ہے، فسق ہے اور مجوسیوں کے فعل سے مشابہ ہے (نعوذ باللہ من ذلک)

یہ بہت بڑا بہتان اور سینہ زوری ہے جو کسی عام مسلمان سے بھی متوقع نہیں، چہ جائیکہ کسی عالم سے ہو، موجدِ مسلمان جب ذکرِ ولادت سرورِ دو عالم ﷺ کے وقت کھڑا ہوتا ہے تو اس کا مقصد فقط اس منصبِ رسالت کی تعظیم ہوتا ہے جس پر جانیں قربان کر دینا بھی بیچ ہے، تا کہ رسولِ کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی منائی جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، کیونکہ میلاد النبی ﷺ تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے، یہ خوشی ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمت کے تکرار پر جبدہ مسنون ہے (شکرانے کے نوافل پڑھے جائیں) سب سے زیادہ عزت والے رسول ﷺ کے ظہور سے بڑی نعمت کونسی ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ کے چچا ابولہب کو جب

ابولہب شمرانی، علامہ: کشف المہجۃ (بیروت) ۱۴۲۲ھ

ابن عابدین شامی، علامہ: رسالہ ابن عابدین (لاہور) ۱۴۲۱ھ

ولادتِ نبوی کی خوشخبری دی گئی تو اس نے اپنی لونڈی کو رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا، تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ بدلہ دیا کہ ہر چہ کی رات اس کا عذاب کم کر دیا جاتا ہے حالانکہ وہ بدترین کافر تھا، اگر کافر کا یہ حال ہے تو رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنے والے مسلمان کا کیا عالم ہو گا؟

مقصد تو ہر ممکن طریقے سے آقائے دو عالم ﷺ کی تعظیم کرنا ہے اور کھڑے ہونا بھی تعظیم کا ایک معروف طریقہ ہے، اور اس طرزِ تعظیم سے منع کرنے والے کے کلام سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ تعظیماً قیام اس وقت تو ہونا چاہیے جب سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس جہانِ رنگ و بو میں قدم رنجہ فرمایا، کیونکہ یہ نعمت کائنات کی عظیم تر نعمت ہے جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور جب بھی میاں دنا پڑھا جائے اس طرزِ تعظیم کا تکرار مجوسیوں وغیرہ کے طریقے سے مشابہت نہیں رکھتا ہے (یہ منکر کے کلام کا خلاصہ ہے)

ہم اس شخص کو بتادینا چاہتے ہیں کہ اس کی بات محض سینہ زوری ہے، اس لئے کہ جب کھڑے ہونے کا مقصد تعظیمِ رسول ﷺ ہے تو اس کی تکرار سے منع نہیں کیا جائے گا شریعت میں اس کی کئی مثالیں ہیں، ذکرِ ولادت خیر الانام ﷺ کے وقت قیام سے منع کرنے والے کی یہ بات درست نہیں کہ اس طرزِ تعظیم کی تکرار کی شریعت میں مثال نہیں ملتی، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب بھی سرکارِ دو عالم ﷺ کا ذکر ہو آپ پر درود بھیجا واجب ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے ائمہ نے فرمایا: اگر محفل میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا ذکر ہزار بار ہو تو ہزار بار درود شریف پڑھا جائے گا کیونکہ اس کا سبب پایا گیا ہے اور وہ سبب نامِ نامی کا ذکر ہے، اصول فقہ کے علماء نے فرمایا ہے: حکم اپنے سبب کے تکرار کے ساتھ متکثر ہوتا ہے اور اسی طرح فضیلت والے دنوں اور راتوں کے احترام میں روزہ رکھنا اور شب بیداری کرنا ہے یہ تعظیمِ فضیلت والی راتوں اور دنوں کے بار بار آنے سے متکثر ہوگی۔

اسی طرح جب تعظیمِ نبوی کا سبب پایا جائے گا تو تعظیمِ نبوی ضروری ہوگی، اور اس کا سبب حضور ﷺ کی سیرت کا پڑھا جانا اور آپ ﷺ کے ان احوالِ عالیہ پر مطلع ہونا ہے جو ہر کمال کی بنیاد ہیں، اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان احوالِ مبارکہ کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھے، اور جب بیان

کرنے والا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے ذکر تک پہنچے تو اس عظیم نعمت کو یاد کر کے آقائے نامہ ﷺ کی تعظیم اور رب کریم جل جلالہ کا شکر ادا کرنے کی نیت سے کھڑا ہو جائے۔

کیا یہ ایسی بات ہے جس پر انسان کو ملامت کی جائے؟ اور یہ کہا جائے کہ وہ ان کافر مجوسیوں کی مشابہت اختیار کر رہا ہے جو اپنے معبود کی پیدائش کا ڈرامہ رچاتے ہیں؟ اور یہ کہا جائے کہ یہ طرز تعظیم اہل تشیع کے عمل سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ وہ بھی ہر سال سانحہ کربلا سے مشابہت رکھنے والا عمل دہراتے ہیں، لیکن ذکر ولادت پر قیام کرنے، مجوسیوں اور شیعوں کے عمل میں قطعاً مشابہت نہیں، اس لئے کہ مجوسیوں کا عمل تو بالکل ہی غلط اور ناقابل قبول ہے کیونکہ وہ اپنے معبود کو حادث اور پیدا ہونے والا خیال کرتے ہیں اور یہ صراحۃً کفر ہے، اور جتنی دفعہ یہ لوگ اپنا ڈرامہ دہراتے ہیں اتنی ہی ان کی گمراہی میں اضافہ ہوتا ہے، اور اسی طرح واقعہ کربلا کا ڈرامہ رچانا کئی مسدات اور حرام امور پر مشتمل ہوتا ہے جو سب کو معلوم ہیں، ذکر ولادت رسول کے وقت قیام سے منع کرنے والا توحید پرست مسلمانوں کے عمل کو مجوسیوں اور شیعوں کے عمل سے کس طرح تشبیہ دیتا ہے؟ حالانکہ وہ مسلمان ایک محترم جگہ بیٹھے ہوئے ہیں، ماحول معطر و معبر ہے اور وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں اور کائنات کی معزز ترین ہستی کے واقعات سیرت پورے آداب کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور باعث تخلیق کائنات کے ذکر شریف پر درود و سلام پڑھ رہے ہیں اور آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر سن کر آپ کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور آپ کی تشریف آوری کے تذکرے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اس طرز تعظیم سے منع کرنے والے کو مبالغہ آمیزی نے ہمیز دی تو اس نے اہل اسلام کے عمل کو مجوسیوں اور شیعوں کے عمل سے تشبیہ دے دی، اے اللہ تو پاک ہے اور یہ تشبیہ بہت بڑا بہتان ہے۔

شریعت میں اس تعظیم قیام کی مثال آنحضرت ﷺ کی دنیاوی زندگی میں آپ کے سامنے آواز پست کرنا ہے اور آپ کی برزخی زندگی کے دوران حدیث شریف اور آپ کی سیرت مبارکہ سنتے ہوئے خاموشی اختیار کرنا ہے اور اسی طرح آپ کو پکارتے ہوئے ایسا نام لینا جس سے تعظیم کا اظہار ہوتا ہو مثلاً کہا جائے یا رسول اللہ۔

ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۝ الَّذِينَ يَغْضُونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ، لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ (القرآن المکریم، ۲۴/۲۴)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس فیص بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو، بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد گرامی ہے:

لَا تَجْعَلُوا دَعَاءَ الرَّسُولِ بَيْنَكُمْ كَدَعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ۝

القرآن المکریم، ۲۴/۲۴

رسول کو پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنے اور آپ کا نام مبارک لے کر پکارنے کو حرام فرمایا، کیا یہ سب نبی اکرم ﷺ کی مزید تعظیم کے لئے نہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی ایک اور مثال وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں مروی ہے: کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو یوم عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہوئے پایا، آپ نے ان سے روزہ رکھنے کی حکمت پوچھی تو انہوں نے بتایا: یہ دو دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات عطا فرمائی، اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا چنانچہ ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں حضرت موسیٰ کا تمہاری نسبت زیادہ حق دار ہوں اور پھر آپ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا، یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لیے۔

یہ حدیث صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زمانہ ماضی میں حاصل ہونے والی نعمت پر اسی تاریخ میں نئے سرے سے اظہار شکر کرنا مطلوب ہے، بلکہ یہ اظہار شکر تو ہر اس وقت مطلوب ہے جب نعمت یاد آئے۔

میرے خیال میں سال بہ سال یاد منانے کی ایک اور مثال قربانی کے دنوں میں قربانی کا عمل ہے، جو صاحب استطاعت پر واجب ہے یہ قربانی حضرت اسماعیل علی نبینا وعلیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی نجات پر اظہار شکر ہے اور یہ اظہار شکر انہیں دنوں میں کیا جاتا ہے جس دن جنت سے ایک مینڈھے کی صورت میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ نازل کیا گیا اور انہیں اپنے والد گرامی کے ہاتھوں ذبح ہونے سے نجات ملی، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے غلیل کا امتحان لینے کے لئے حکم فرمایا تھا کہ اپنا نور نظر نخت جگر اپنے ہاتھوں سے رب کریم کی رضا کے لئے ذبح کریں، اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے پوری کوشش کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عظیم فدیہ نازل فرمادیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا اور ذبح ہونے سے محفوظ رکھا، انہیں عربوں کا عموماً اور اپنے حبیب ﷺ کا جدا امجد بنایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ جس دن اس نے اپنے حبیب اور نبی ﷺ کے جدا امجد (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کو نجات عطا فرمائی اس دن کو بڑی عید بنائیں، اس دن قربانی کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کئے گئے فدیہ سے مشابہت اختیار کریں اور اس طرح اظہار شکر کریں، یہ عمل ہر سال دہرایا جاتا ہے، اس تناظر میں اللہ تعالیٰ کے حبیب اعظم (سرکار دو عالم ﷺ) کے رحمۃ للعالمین بن کر دنیا میں تشریف آوری کے دن کو بڑی عید بنانا زیادہ درست اور حق کے قریب ہے۔

قارئین کرام! تعظیم رسول کی ان مثالوں کو انصاف کی نظر سے دیکھیں جو قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہیں جن سے انبیاء کی تعظیم مقصود ہے، کیا ذکر ولادت مصطفیٰ ﷺ سن کر کھڑے ہونا بھی تعظیم میں ان جیسا نہیں ہے؟ اور کیا یہ عمل بھی ایسا نہیں جس کا حکم دیا گیا ہو اور

(ا) صحیح مسلم: کتاب ایام باب موم یوم عاشوراء، ۳۵۹/۱

(ب) صحیح بخاری: کتاب ایام باب موم یوم عاشوراء، ۲۶۸/۱

ناپسندیدہ بدعت نہ ہو؟ ہم اس عمل کو اس تعظیم کے افراد میں سے ایک فرد قرار دیتے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اس تناظر میں ہمارا عمل قیاس کے ذیل میں نہیں آئے گا، بلکہ دلالت انصاف سے حاجت ہوگا۔

جس طرح اصول فقہ کے علماء نے: وَلَا تَقْرَبُوا مَا لَمْ يَنْصُرْ (القرآن الکریم، ۳۴/۱) ترجمہ: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ، جیسی آیتوں کے بارے میں لکھا ہے، قرآن پاک کا حکم صراحۃً یتیم کا مال کھانے کی حرمت پر دلالت کرتا ہے لیکن اہل زبان نے آیت کریمہ سے مطلقاً یتیم کا مال استعمال کرنے کی حرمت کا معنی اخذ کیا ہے، اب آیت کریمہ درج ذیل امور کی حرمت پر مشتمل ہوگی یتیم کا پانی پینا، اس کے کپڑے پہننا، اور اس کے گھر میں رہنا وغیرہ۔

اور اس کی مثال ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٍ (القرآن الکریم، ۲۳/۱) ترجمہ: تو والدین سے ہوں نہ کہنا، اس آیت سے مطلق اذیت مراد ہے اب جو کچھ اذیت کے ضمن میں ہے اس آیت کریمہ کے تحت داخل ہوگا، اسی طرح مارنا اور گالی دینا بدرجہ اولیٰ اس حکم میں داخل ہوگا۔

اسی طرح ہمارا قیام ہے، خصوصاً ہمارے زمانے میں یہ عمل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کے زمرے میں آتا ہے، لہذا اس آیت کریمہ کے ضمن میں آتا ہے جو آنحضرت ﷺ کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے، ایسی نصوص قرآن و حدیث میں بہت ہیں، ان میں سے اللہ تعالیٰ کے چند ارشادات یہ ہیں:

”إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا“ (القرآن الکریم، ۲۵/۳۳)

اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دینا اور ڈرنا۔

”لَتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ“ (القرآن الکریم، ۹/۲۸)

تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

”لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ“ (القرآن الکریم، ۸۱/۳)

تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر حضور ﷺ کی تعظیم فرض کی ہے اور اس تعظیم کو آپ ﷺ پر ایمان

لانے کی مثل قرار دیا ہے، قرآن کریم میں کتنی ہی آیتیں ہیں جو آقائے دو عالم ﷺ کی تعظیم پر دلالت کرتی ہیں، اور جو شخص جانتا چاہتا ہے کہ ہر مکلف پر آنحضرت ﷺ کی تعظیم فرض اور واجب ہونے کے دلائل کیا ہیں تو وہ درج ذیل سیرت کی کتابیں پڑھے، حضرت قاضی عیاض کی کتاب "اشفاء" اور امام قسطلانی کی کتاب "المواہب اللدنیة" اور ابن قیم کی کتاب "زاد المعاد" اس شخص کو اپنی پیاس بجھانے کے لئے مطلوبہ معلومات مل جائیں گی۔ اس طرح ہمارا قیام کرۂ ہدایت نہیں ہوگا، بلکہ دلالتِ اخص کے ساتھ ثابت ہوگا، اور جو شخص اس عمل کا انکار کرتا ہے اور اسے حرام جانتا ہے وہ گمراہ ہے اور بدعتی ہے، اور اگر سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ کافر اور مرتد ہوگا جیسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، مفتی الثقلین علامہ، امام ابو سعید نے فتویٰ دیا ہے کہ جب لوگ تعظیم نبی ﷺ کے لئے کھڑے ہوں تو ایسے میں جو توہینِ رسالت کی نسبت سے یا اس عمل کو ناپسند کرتے ہوئے بیٹھا رہے گا وہ کافر ہو جائے گا، علامہ سنودی نے اسی طرح نقل کیا ہے۔

علامہ ازہری جب سارے لوگ کھڑے ہوں اور کوئی شخص بیٹھا رہے تو ممکن ہے کہ اس طرح عوام میں فتنہ سر اٹھالے، اور لوگ ایسے شخص کو وہابی مذہب کی طرف منسوب کریں جو اہل توحید کو کافر قرار دینے میں غلو کی ساری حدیں تجاوز کر چکے ہیں، کیونکہ یہ لوگ انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پکڑنے، ان کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنے، اور ان کے واسطے سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی التجائیں پیش کرنے پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں، روزانہ بار بار کلمہ توحید پڑھنے والے موحد مسلمانوں کو کافر قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں، بلکہ یہ موحد مسلمان تو کلمہ توحید ہر گھڑی اور ہر لمحہ پڑھتے ہیں، جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کوئی التجا کرتے ہیں تو کہتے ہیں: اے اللہ اپنے احباب کی وجاہت کے صدقے ہماری حاجت پوری فرما، اور جو شخص ایسے لوگوں کو کافر کہتا ہے وہ خود کفر کے زیادہ قریب ہے، اگر ہم کسی مومن کو یہ کہتے ہوئے سنیں: "یا رسول اللہ ﷺ میری ضرورت پوری فرمادیں" یا اسے یوں کہتے ہوئے سنیں: "یا شیخ عبدالقادر جیلانی میں آپ سے فلاں چیز مانگتا ہوں" تو ہم اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیں گے، بلکہ اسے کہیں گے کہ وہ اپنے الفاظ کے ظاہر پر اپنے عقیدہ کی بنیاد نہ رکھے (یعنی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ سیدنا غوث

اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاجت پوری کرنے میں خود مختار ہیں، بلکہ یہ عقیدہ رکھے کہ آپ وسیلہ ہیں اور حاجت پوری کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ۱۲، سیدی) اور ہم اس کے کلام کو اسناد مجازی پر محمول کریں گے اور یہی مجاز عقلی ہے جیسے کہ علماء معانی نے بیان فرمایا ہے اور مجاز عقلی قرآن کریم میں بہت ہے، ارشادِ باری ہے: "يَهْدِيْنا اِلٰى صِرَاطٍ" (القرآن الکریم، ۳۶/۳۰) (اے ہمارے امیر! میرے لئے ایک محلِ تعمیر کر) اس لئے کہ تعمیر تو مزدوروں کا عمل ہے جبکہ ہمارا تو ایسا سبب ہے جس نے تعمیر کا حکم صادر کرنا ہے، ہم اگر کسی عام آدمی سے کہیں: تم بندے سے یہ سوال کیسے کرتے ہو کہ وہ تمہاری حاجت پوری کرے؟ تو وہ کہے گا: کہ میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے اور اپنے ہاں اس کی وجاہت کے سبب میری مراد پوری کرے، جب ہمیں ایسا قرینہ مل جائے کہ کلام کرنے والا موحّد ہے، تو ہم اس کے کلام کو جس کا ظاہری معنی افعال کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا ہے مجاز پر محمول کریں گے جیسے کہ کسی شاعر کا قول ہے:

اشاب الصغیر و افضی الکبیر رکز الغذاة و مر العشی

گردش صبح و شام نے بچے کو جوان اور بوڑھے کو فنا کر دیا

اسے ہم نے مجاز پر محمول کیا، کیونکہ اس کا اپنا ہی شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے

فهللنا انا مسلمون علی دین صديقنا والنبي

ہماری ملت یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں، اپنے صدیق اور نبی ﷺ کے دین پر ہیں۔

دوسرا شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا کہنے والا موحّد ہے، اور اسی طرح وہ عام

آدمی جو ہمیشہ کلمہ توحید پڑھتا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے کلام کا مجازی معنی مراد لیں جس کا ظاہر غیر مقصود ہے۔

اب ہم اس مسئلے کی طرف رجوع کرتے ہیں جس پر ہم گفتگو کر رہے تھے، وہ یہ ہے کہ

ذکر ولادت خیرا نامہ ﷺ کے وقت کھڑے ہونا مستحب ہے، خصوصاً اہل علم کے لئے، کیونکہ جب

عام لوگ ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہوتے ہیں تو اہل علم ان لمحات میں کھڑے ہونے کے

زیادہ حقدار ہیں تاکہ عام لوگوں کو بتائیں کہ دل و جان سے نبی کریم ﷺ کی تعظیم مطلوب ہے اور

ظاہر و باطن کے اعتبار سے اس کی تاکید کی گئی ہے۔

ایک مرتبہ میں کسی محفل میں تھا، اس محفل میں میرا ایک ایسا چائے والا بھی تھا جو ذکر ولادت مبارکہ کے وقت کھڑے ہونے کو درست نہیں سمجھتا تھا، میں نے اس سے کہا: کیا اس کھڑے ہونے میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی تعظیم نہیں ہے؟ تو اس نے کہا: تعظیم تو دل سے اور حضور ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے سے ہوتی ہے، اس عمل سے نہیں جو بدعت ہے، میں نے کہا: کوئی بات نہیں، یہ عمل تو دل سے تعظیم بجالانے کی علامت ہے اور تعظیم پر دلالت بھی کرتا ہے، شریعت مبارکہ کا معاملہ ظاہری ہے، حتیٰ کہ شریعت نے تو یہ حکم دیا ہے کہ جو بھی توحید و رسالت کی گواہی زبان سے دے، وہ مسلمان ہے اگرچہ ہم نے اس کے دل میں نہیں جھانکا، ہم یہ کیسے جان سکتے ہیں کہ دل میں کیا ہے جب تک ظاہر دل کی کیفیت پر دلالت نہ کرے؟ ہمارا ایک دوسرے کے لئے تعظیم کھڑے ہونا، ہاتھ اور زبان سے تعظیم بجالانا، تعظیم و تکریم کے ایسے ذرائع بن چکے جن سے ہماری طبیعتیں بھی مانوس ہو چکی ہیں۔

اہل علم نے عرفی حمد کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

وہ فعل ہے جو منعم کی تعظیم کا احساس دلائے، خواہ یہ تعظیم زبان سے ہو یا اعضاء سے یا دل سے، کسی شاعر (متنبی) نے کہا ہے:

أَفَادَتْكُمُ النُّعْمَاءُ وَبَنَى ثَلَاثَةً يَدِي وَلِسَانِي وَالضُّمِيرَ الْمُخْجَبًا

تمہیں تمہارے انعامات نے میری طرف سے تین فائدے پہنچائے ہیں، میرے ہاتھ، زبان اور میرا چھپا ہوا دل۔

میری رائے ہے کہ آقائے کریم ﷺ کی ولادت کے وقت کھڑے ہونا بدعت نہیں بلکہ رحمتِ عالم ﷺ کی ذات مبارکہ کے لئے احتراماً کھڑے ہونے کے مساوی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت حسان کا بھلا کرے جن کے پاس سے سرکارِ دو عالم ﷺ کا گزر ہوا تو وہ اپنے پیارے آقا کے لئے احتراماً کھڑے ہو گئے اور یہ شعر کہے:

قِيَامِي لِلْعَزِيزِ عَلَى فَرَضٍ وَتَرَكْتُ الْفَرَضَ مَبْهُوًا مُسْتَقِيمًا

(اس من موہنی شخصیت کے لئے اٹھنا مجھ پر فرض ہے، اور فرض کو چھوڑنا درست نہیں)

عَجِبْتُ لِمَنْ لَهُ عَقْلٌ وَفَهُمُ يَرَى هَذَا الْجَمَالَ وَلَا يَقُومُ

(مجھے اس عقل و فہم رکھنے والے پر تعجب ہے جو اس سراپا جمال کو دیکھتا ہے اور کھڑا نہیں ہوتا۔)

ایک روایت میں ”قِيَامِي لِلْعَزِيزِ“ کی بجائے ”قِيَامِي لِلنَّبِيِّ“ بھی آیا ہے۔

اے قیامِ تعظیم کے منکر! میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: اگر تو کسی محفل میں آئے اور تیرے لئے اکثر لوگ تو احتراماً کھڑے ہو جائیں لیکن بعض بیٹھے رہیں، کیا تیرے اور دوسرے لوگوں کے دل میں یہ بات نہیں کھٹکے گی کہ تیرے لئے کھڑے ہونے اور تعظیم کرنے والے کے برعکس جو شخص کھڑا نہیں ہوا اس نے تمہاری توجہ کی ہے؟

تو کتنا سیدھا اور جاہل ہے؟ خدا کی قسم جس نے قیامِ تعظیم کا انکار کیا اور اسے حرام قرار دیا اور اس کے بجالانے والے کو مجوسیوں اور شیعوں سے تشبیہ دی اور مزید یہ کہا کہ یہ ان سے بھی زیادہ ہے اور یہ احمقوں کا کام ہے۔“ مجھے اس کے کفر و ارتداد کا خوف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ کی ولادت کے وقت آپ کے احترام اور آپ

کی ولادت کی خوشی میں کھڑے ہونا نہ صرف مستحب ہے بلکہ انتہائی مستحسن ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہیں، مسلمانوں نے اسے پسندیدہ اور مستحسن قرار دیا ہے۔ اور نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے:

مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ ۱

جس عمل کو مسلمان اچھا خیال کریں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔

نیز آپ کا ارشاد گرامی ہے:

يَذُ اللّٰهُ مَعَ الْجَمَاعَةِ ، وَمَنْ شَذَّ شَذَّ فِي النَّارِ ۲

(اللہ تعالیٰ کی رحمت جماعت پر ہے، جو شخص جماعت سے الگ ہو القمہ جہنم بن گیا)

اس کے علاوہ بہت سی احادیث ہیں جو نجات پانے والے مسلمانوں کا راستہ اپنانے کی

ترغیب دیتی ہیں۔

قیام تعظیمی کے اس منکر کے انکار، قیام کو حرام قرار دینے، اور قیام کرنے والے پر فسق کا حکم لگانے کی کوئی حیثیت نہیں ہے، یہ تو شیطانی دوسرہ ہے جو اس کے دل پر چھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس شخص اور اس منکر جیسے دوسرے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے جو حضور اکرم ﷺ کا مرتبہ و مقام کھانے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں اور اہل اسلام کو فاسق و کافر ٹھہراتے ہیں، ان لوگوں کا وجود مسلمانوں کے لئے بہت بڑی مصیبت ہے، کیونکہ یہ لوگ دعویٰ تو رشد و ہدایت کا کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کے عقیدہ میں بہت بڑا فساد پھیلاتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا تو ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے، اور یا ان کو دنیا بھر سے مٹا دے، اور اہل سنت و جماعت کا بول بالا کرے جو لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں اور وصال کے بعد تعظیم پر ابھارتے ہیں اور آپ ﷺ کے صحابہ اور ان ائمہ دین (مجتہدین) کی تعظیم کا درس دیتے ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی شریعت کی خدمت اور تدوین کی جس پر لوگ قیامت تک عمل پیرا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ترجمہ کو اپنے اہل بند و عاصی کے لئے ایمان پر خاتمے کا سبب اور ذخیرہ آخرت بنائے (آمین)

ممتاز احمد سدیدی